مکنون



ایمان رائے



ناول انتظار کرلے گا، یہیں رہے گا؛ مگر نماز کا وقت گزر جائے گا، پہلے نماز پڑھ لیجیے۔

(This page is Inspired by the late Ishtiaq Ahmed
May Allah bless his soul)

انتساب

ان سب کے نام۔۔۔

جو کبھی خود کو دوسروں سے کم سمجھ بیٹھے۔۔۔

جو دوسروں کی نظر میں اپنی قدر ڈھونڈتے ڈھونڈتے
اپنی ہی نظر میں چھوٹے ہو گئے۔

یہ کہانی اُن سب کے نام۔۔۔

جنہیں ایک دن خود کو پہچاننا تھا۔

پیش نظر

مکنون۔۔ وہ جو ظاہر کی نگاہوں سے اوجھل ہو، مگر اپنے اندر ایک پوری حقیقت، ایک راز اور ایک ان کہی داستان چھپائے ہوئے ہو۔

مکنون صرف محبت، محل اور سازش کی داستان نہیں، بلکہ تقدیر، ایمان، غربت، انسان کے انتخاب اور اس سوال کی کہانی ہے کہ اگر انسان خود کو بدقسمت سمجھتا رہے تو کیا وہ واقعی بدقسمت ہے، یا شاید اسے صرف اُس جگہ سے نکالا جا رہا ہے جہاں اس کی قدر نہیں تھی تاکہ اسے اُس مقام تک پہنچایا جا سکے جہاں اس کی اصل پہچان اس کی منتظر ہو۔

کبھی کبھی زندگی ہمیں وہاں نہیں لے جاتی جہاں ہم جانا چاہتے ہیں۔۔ وہ ہمیں وہاں لے جاتی ہے جہاں ہمیں اپنے آپ سے ملنا ہوتا ہے۔

ہم میں سے کتنے ہی لوگ اپنی زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر یہ سوچ لیتے ہیں کہ شاید ہم دوسروں سے کم ہیں۔ شاید ہم میں کوئی ایسی کمی ہے جس کی وجہ سے ہمیں وہ محبت نہیں ملی جس کے ہم خواہش مند تھے۔ شاید ہماری قسمت ہی خراب ہے۔ شاید خوشیاں دوسروں کے حصے میں لکھی جاتی ہیں اور ہمارے حصے میں صرف انتظار، محرومیاں اور ادھورے خواب آتے ہیں۔

مگر کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ یا کبھی کبھی مسئلہ ہماری قدر کا نہیں۔۔ ہماری جگہ کا ہوتا ہے۔

کبھی ایک انسان برسوں ایسے لوگوں کے درمیان رہتا ہے جو اس کی خوبیوں کو دیکھنے کے بجائے اس کی خامیاں گنتے رہتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ وہی ماننے لگتا ہے جو دنیا اسے بتاتی ہے۔ اپنے خواب چھوٹے کر لیتا ہے، اپنی خواہشوں کو خاموش کر دیتا ہے، اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب وہ خود کو بھی اسی نظر سے دیکھنے لگتا ہے جس نظر سے دنیا اسے دیکھتی رہی۔

مکنون اسی سفر کی ایک جھلک ہے۔۔ ایک ایسے سفر کی، جہاں کچھ راستے انسان خود چنتا ہے، اور کچھ راستے تقدیر اس کے سامنے لا کھڑے کرتی ہے۔

جہاں محبت ہے، مگر محبت کے ساتھ یہ سوال بھی ہے کہ کیا کسی کو چاہنے کے لیے خود کو کھو دینا ضروری ہے؟

جہاں اعتماد ہے، مگر ساتھ یہ حقیقت بھی کہ ہر قریب آنے والا مخلص نہیں ہوتا۔

جہاں انسانوں کے درمیان بننے والے رشتے کبھی سہارا بن جاتے ہیں اور کبھی وہی رشتے آزمائش کا سب سے مشکل مرحلہ بن جاتے ہیں۔

یہ کہانی شاید تمہیں یہ بھی سوچنے پر مجبور کرے کہ کسی پر بھروسا کرنا اور کسی پر اندھا بھروسا کرنا ایک بات نہیں۔

جو شخص واقعی تمہارا ساتھ نبھانا چاہتا ہو، وہ حالات بدلنے پر تمہیں نہیں چھوڑتا۔ وہ فاصلے دیکھ کر راستہ بدلنے کے بجائے راستہ تلاش کرتا ہے۔

شاید ایک دن اسے تم تک پہنچنے کے لیے صرف ایک شہر نہیں۔۔ ایک پوری دنیا پار کرنی پڑے۔ مگر وہ پھر بھی آئے گا۔

اس کہانی میں کچھ ایسے لمحے بھی ہیں جہاں شاید تم رک کر سوچو دنیا کتنی ہی بدل جائے، زمانہ کتنا ہی محفوظ کیوں نہ دکھائی دے، اپنے بچوں کے معاملے میں ایک لمحے کی غفلت کبھی کبھی ایسی قیمت مانگ سکتی ہے جسے پوری زندگی بھی واپس نہیں کر سکتی۔

اور پھر اس سب کے درمیان ایک اور حقیقت ہے، شاید سب سے بڑی حقیقت۔ اللہ پر یقین۔

کیونکہ انسان جب اپنے سارے راستے بند دیکھتا ہے تو اسے لگتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ دعا کرتا ہے۔ پھر انتظار کرتا ہے۔ اور کبھی کبھی انتظار اتنا طویل ہو جاتا ہے کہ دل میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ شاید اس کی دعا سنی ہی نہیں گئی۔

مگر کیا ہر تاخیر کا مطلب یہی ہے کہ دعا قبول نہیں ہوئی؟ کیا ہر بند دروازہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے راستہ ختم کر دیا؟

یا شاید۔۔ اللہ اس کے لیے ایسا راستہ بنا رہا ہوتا ہے جسے انسان اپنی محدود نگاہ سے دیکھ ہی نہیں سکتا؟

کبھی راستہ فوراً نہیں کھلتا۔ کبھی دعا کے بعد حالات پہلے سے زیادہ مشکل محسوس ہونے لگتے ہیں۔ کبھی انسان جس چیز کو اپنی خوشی سمجھ کر مانگتا ہے، وہی اس کے لیے درست نہیں ہوتی۔ اور کبھی اللہ انسان کو وہ نہیں دیتا جس کے لیے وہ رو رہا ہوتا ہے۔۔۔ کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ اسے آخر کار کس مقام تک پہنچانا ہے۔ انسان صرف مانگتا ہے۔۔ اللہ انجام جانتا ہے۔

یہ کہانی تمہیں کچھ ایسے سوال بھی دے گی جن کے جواب شاید تمہیں خود تلاش کرنے ہوں گے۔

ممکن ہے اس کے کسی کردار میں تمہیں اپنا ایک حصہ دکھائی دے۔ ممکن ہے کسی منظر میں تمہیں اپنی کوئی پرانی تکلیف یاد آ جائے۔

ممکن ہے کسی کردار کا فیصلہ تمہیں اپنے کسی فیصلے کی یاد دلا دے۔۔ اور ممکن ہے کسی موڑ پر تمہیں یہ احساس ہو کہ جس چیز کو تم اپنی زندگی کا اختتام سمجھ رہے تھے۔۔ وہ شاید کسی اور زندگی کی ابتدا تھی۔

اور شاید زندگی کا سب سے خوبصورت راز یہی ہے کہ جب انسان اپنی قدر پہچاننے والی جگہ تک پہنچتا ہے۔۔۔ تو اسے پہلی بار سمجھ آتا ہے کہ جسے وہ اپنی بدقسمتی سمجھتا رہا، وہ دراصل اسے اُس مقام تک لے جانے والا راستہ تھا جہاں اس کی اصل پہچان، اس کی اصل خوشی اور اس کی اصل کہانی اس کی منتظر تھی۔

شاید اسی لیے کچھ کہانیاں مکنون رہتی ہیں۔۔۔ تاکہ وقت آنے پر تقدیر خود انہیں آشکار کرے۔

(یہ ناول میری ذاتی تخلیق ہے۔ اسے لکھتے ہوئے کسی مصنف، کتاب یا تحریر کی نقل نہیں کی گئی۔ براہِ کرم اس ناول کے کسی بھی حصے کو میری اجازت کے بغیر کاپی، پیسٹ، دوبارہ شائع، یا اپنے نام سے منسوب نہ کریں۔)

قسط نمبر

10

صبح کی مجلس ابھی ختم ہوئی ہی تھی۔

وزیر بدرالدین حسبِ معمول کچھ سرکاری دستاویزات سمیٹ رہے تھے کہ ایک شاہی خادم نے آکر ادب سے سر جھکا دیا۔

"سلطانِ معظم نے آپ کو فوراً طلب فرمایا ہے۔"

وزیر بدرالدین نے اثبات میں سر ہلایا اور بغیر ایک لمحہ ضائع کیے سلطان کی مطالعہ گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

دروازے پر دستک دی۔۔اندر سے اجازت ملی۔

سلطان اپنی میز کے سامنے کھڑے سلطنت کا نقشہ دیکھ رہے تھے۔

"السلام علیکم، میرے سلطان۔" وزیر نے جھک کر سلام عرض کیا۔

"وعلیکم السلام۔" سلطان نے نقشے سے نظریں ہٹائے بغیر مختصر جواب دیا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔

پھر سلطان نے نقشے کے مشرقی حصے پر انگلی رکھتے ہوئے نہایت سنجیدہ لہجے میں فرمایا،

"محل کے مشرقی حصے میں ایک وسیع عمارت کے لیے مناسب جگہ منتخب کرو۔"

وزیر بدرالدین ایک لمحے کو چونک اٹھے۔

انہوں نے ادب سے عرض کیا،

"میرے سلطان! اگر اجازت ہو تو عرض کروں؟"

"اس عمارت کا مقصد کیا ہو گا؟"

سلطان کی نظریں اب بھی نقشے پر جمی تھیں۔

ان کے لہجے میں نہ جوش تھا، نہ کسی قسم کی نمائش۔ صرف ایک پختہ فیصلہ۔

"دارالامید۔"

صرف دو لفظ۔۔ مگر وزیر بدرالدین کے دل میں جیسے امید کی ایک نئی کرن اتر گئی۔

انہوں نے بے اختیار سر اٹھا کر سلطان کی طرف دیکھا۔

کل تک یہ صرف ایک اجنبی لڑکی کا خواب تھا۔۔۔

اور آج۔۔ سلطانِ وقت کے حکم میں ڈھل چکا تھا۔

وزیر بدرالدین کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"جیسا حکم، میرے سلطان۔" انہوں نے سر جھکا کر کہا،

وزیر بدرالدین خاموشی سے سر جھکا کر باہر نکل گئے۔

دوپہر کا وقت تھا۔

خالہ اماں اپنے حجرے میں بیٹھی چند خادماؤں کو ہدایات دے رہی تھیں۔

آئرین بھی وہیں بیٹھی کسی کپڑے پر بنے نقش کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

اچانک اس نے سر اٹھایا اور ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا،

"خالہ اماں۔۔۔"

"ایک بات؟"

خالہ اماں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"پوچھو، بیٹی۔"

آئرین چند لمحے الفاظ ڈھونڈتی رہی۔۔ پھر بولی،

"بہت خادمہ۔۔۔"

"ان میں۔۔۔"

"میرے ساتھ کام کرے۔۔؟"

خالہ اماں پہلے تو اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرتی رہیں۔

پھر مسکرا دیں۔

"تمہیں اپنے لیے کسی کی ضرورت ہے؟"

آئرین نے فوراً سر ہلایا۔

"ہاں۔۔۔"

خالہ اماں چند لمحے سوچتی رہیں۔

پھر جیسے انہیں اچانک کچھ یاد آیا۔

"ارے ہاں۔۔۔"

"کل ہی ایک خادمہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ اس کی بیٹی یاسمین اب بڑی ہو گئی ہے۔"

"بڑی سلیقے والی لڑکی ہے۔"

"گھر کے سب کام نہایت صفائی اور ترتیب سے کرتی ہے۔"

"وہ چاہتی تھی کہ اسے بھی محل میں کوئی خدمت مل جائے۔"

انہوں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

"لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔"

"میں نے کہا۔۔ محل میں پہلے ہی بہت سی خادمائیں ہیں، مزید کی ضرورت نہیں۔"

آئرین کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ وہ ذرا آگے جھکی اور جلدی سے بولی،

"اب۔۔۔ ضرورت ہے۔"

"اچھا۔۔" خالہ اماں اس کی بے تابی دیکھ کر مسکرا دیں۔

"اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو میں ابھی اسے بلوانے کا انتظام کرتی ہوں۔"

آئرین کے چہرے پر فوراً خوشی پھیل گئی۔

اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر مسکراتے ہوئے کہا،

"شکریہ۔۔۔"

خالہ اماں اسے دیکھ کر دل ہی دل میں مسکرا اٹھیں۔

انہیں محسوس ہو رہا تھا یہ لڑکی صرف اپنے لیے نہیں سوچتی۔۔۔

جہاں بھی جاتی ہے۔۔۔ کسی نہ کسی کے لیے ایک نئی جگہ بنا دیتی ہے۔

چند ماہ بعد۔۔۔

محل کا باغ دو حصوں میں تقسیم تھا۔

پہلا حصہ۔۔۔

جہاں شاہی خاندان، خادمائیں اور محل کے افراد آزادی سے آ جا سکتے تھے۔

یہیں بیٹھکیں تھیں، پھولوں کی کیاریاں تھیں اور بلند درختوں کا ٹھنڈا سایہ بھی۔

جبکہ دوسرا حصہ۔۔۔

اونچی باڑ اور گھنے درختوں سے الگ کیا گیا تھا۔

وہ سلطان کا ذاتی باغ تھا۔

سلطنت میں شاید ہی کسی کو وہاں قدم رکھنے کی اجازت تھی۔

وہ جگہ سلطان کی تنہائی، مطالعے اور غور و فکر کے لیے مخصوص تھی۔

محل کے عام باغ کے ایک پرانے برگد کے درخت کے نیچے۔۔۔۔

شہزادی نور خاموشی سے بیٹھی کتاب کا مطالعہ کر رہی تھیں۔

ان کی گود میں ایک موٹی سی کتاب کھلی ہوئی تھی۔

وہ پوری توجہ سے اس کے اوراق پلٹ رہی تھیں۔

آس پاس چند خادمائیں ضرور موجود تھیں۔۔۔

مگر اتنی دور کہ ان کی تنہائی میں خلل نہ پڑے۔

دوسرے حصے میں۔۔۔

آئرین اور یاسمین ایک لمبی لکڑی کی میز کے گرد بیٹھی تھیں۔

میز پر مختلف پیالے رکھے تھے۔

کسی میں چاول کا باریک سفوف۔۔۔

کسی میں خشک سنگترے کے چھلکوں کا سفوف۔۔۔

کسی میں خشک گلاب کی پتیاں۔۔۔

تو کہیں صندل کا باریک پسا ہوا سفوف رکھا تھا۔

یاسمین ایک پوٹلی ہاتھ میں لیے حیرت سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

"آپا۔۔۔"

"یہ واقعی عورتیں اپنے چہرے پر لگائیں گی؟"

آئرین ہنس پڑی۔

"اگر نہیں لگائیں گی تو ہم دونوں خود لگالیں گے۔"

یاسمین بھی بے اختیار ہنس دی۔

آئرین نے چاول کا سفوف ہاتھ میں لیا اور کہا،

"یہ ہمارا سب سے پہلا سفوف ہوگا۔"

"چاول جلد کو نرم رکھتا ہے، رنگت نکھارتا ہے اور گرمی میں چہرے کو سکون دیتا ہے۔"

پھر اس نے سنگترے کے چھلکوں والے پیالے کی طرف اشارہ کیا۔

"اور یہ۔۔۔"

"یہ چہرے کی میل صاف کرتا ہے، تازگی دیتا ہے اور جلد کو صاف رکھنے میں مدد کرتا ہے۔"

یاسمین پوری توجہ سے ہر بات یاد کر رہی تھی۔

"آپا۔۔۔"

"آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہے؟"

آئرین ایک لمحے کو خاموش ہوئی۔

پھر مسکرا کر بولی،

"کہانیاں بہت سی ہیں۔۔۔"

"فی الحال کام کر لیتے ہیں، ایک دن سب سنا دوں گی۔"

دونوں ہنس پڑیں۔ آئرین نے لکڑی کا ایک چھوٹا پیمانہ اٹھایا۔

"دیکھو یاسمین۔۔۔"

"ہر پوٹلی میں سفوف برابر ہونا چاہیے۔"

"اگر ایک میں کم اور دوسری میں زیادہ ہوا تو لوگ کہیں گے دارالامید انصاف نہیں کرتا۔"

"جی، آپا۔" یاسمین نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔

دونوں بڑی احتیاط سے موٹے سوتی کپڑے کی چھوٹی چھوٹی پوٹلیوں میں ایک ہی مقدار میں سفوف بھرنے لگیں۔

آئرین سفوف ڈالتی۔۔۔ اور یاسمین دھاگا مضبوطی سے باندھ دیتی۔

پھر سیاہی میں قلم ڈبو کر ہر پوٹلی پر خوبصورت لکھائی میں نام لکھتی جاتی۔

چاول کا سفوف، سنگترے کے چھلکوں کا سفوف، گلاب کا سفوف، صندل کا سفوف

آئرین نے ایک پوٹلی ہاتھ میں اٹھائی چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔

اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آ گئی۔

"جانتی ہو، یاسمین۔۔ یہ صرف سفوف نہیں ہیں۔"

"یہ کسی عورت کی پہلی کمائی بنیں گے۔"

"کسی یتیم بچی کے ہاتھ کا ہنر بنیں گے۔"

"اور ایک دن۔۔۔ دارالامید کی پہچان بھی۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو، آپا۔" یاسمین نے محبت سے اسے دیکھا۔

آئرین نے ایک ایک پوٹلی ترتیب سے ٹوکری میں رکھی، پھر مسکرا کر یاسمین کی طرف دیکھا۔

"اب سنو۔۔۔ یہ سب تم بیچو گی۔"

یاسمین نے حیرت سے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"میں۔۔؟"

"ہاں، تم۔"

"ہر پوٹلی کی قیمت دو آنے ہو گی۔"

پھر آئرین نے میز پر رکھی لکڑی کی تختی پر انگلی سے گنتی بناتے ہوئے کہا،

"ہر پانچ پوٹلیاں جو تم فروخت کرو گی۔۔۔"

"ان پر ایک آنہ تمہارا ہو گا۔"

"میرا؟" یاسمین نے حیرت سے پوچھا،

"ہاں، تمہارا۔" آئرین نے مسکرا کر سر ہلایا۔

یاسمین کی آنکھوں میں خوشی چمک اٹھی۔

"آپا۔۔سچ؟"

"بالکل سچ۔"

"یہ تمہاری محنت کا حصہ ہے۔"

"اور دارالامید میں ہر محنت کرنے والے کو اس کی محنت کا حق ملے گا۔"

یاسمین نے بے اختیار آئرین کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں بہت محنت کروں گی، آپا۔"

آئرین ہنس دی۔

"مجھے بھی یہی امید ہے۔۔۔"

"کیونکہ اگر تم نے خوب بیچا۔۔۔"

"تو مجھے اور بھی بہت کچھ بنانا پڑے گا!"

یاسمین نے فوراً کہا،

"پھر تو ہمیں بہت محنت کرنی ہو گی۔"

"ہاں۔۔اور تم کام بھی کرو گی"

"صرف سوال نہیں پوچھو گی۔"

"اچھا آپا۔۔۔" یاسمین نے شرمندہ ہونے کا ڈرامہ کیا۔

"اب ایک بھی سوال نہیں پوچھوں گی۔"

"یہ وعدہ زیادہ سے زیادہ دو منٹ چلے گا۔" آئرین ہنس دی۔

دونوں کی ہنسی ابھی تھمی بھی نہ تھی کہ ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا باغ سے گزرا۔

درختوں کی شاخیں ہلکے ہلکے جھولنے لگیں۔

آئرین نے آسمان کی طرف دیکھا۔

"لگتا ہے۔۔آج بارش آئے گی۔"

اسی لمحے۔۔۔آسمان سے پہلی بوند خاموشی سے زمین پر آ گری۔

بارش کی بوندیں آہستہ آہستہ تیز ہونے لگیں۔

شہزادی نور نے اپنی کتاب بند ہی کی تھی کہ اچانک ان کی نظر قریب ہی ایک ننھے سے بلی کے بچے پر پڑی۔

وہ بھیگتا ہوا ایک جھاڑی کے نیچے سکڑا بیٹھا تھا۔

نور فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں۔

انہوں نے اپنی اوڑھنی کا کنارہ اس پر پھیلا دیا۔۔

دونوں ہاتھوں سے اسے احتیاط سے اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔

وہ تیزی سے محل کی طرف بڑھ گئیں۔

خادمائیں بھی ان کے پیچھے پیچھے اندر چلی گئیں۔

جلدی میں۔۔۔ برگد کے نیچے رکھی ان کی کتاب وہیں رہ گئی۔

بارش اب تیز ہو چکی تھی۔۔۔

پانی کی بوندیں ایک ایک کر کے کتاب کے اوراق بھگونے لگیں۔

باغ کے دوسرے کنارے پر۔۔۔ سپہ سالار تیمور خاموشی سے کھڑے تھے۔

ان کی نظریں ہمیشہ کی طرح باغ پر تھیں۔

ہر آنے جانے والے پر۔۔۔

ہر حرکت پر۔۔۔ اور ہر ممکن خطرے پر۔

اچانک ان کی نظر درخت کے نیچے پڑی۔

کتاب۔۔۔ جو اب پوری طرح بھیگنے والی تھی۔

انہوں نے ایک لمحے کے لیے محل کی طرف دیکھا۔

پھر خاموشی سے آگے بڑھے۔ جھک کر کتاب اٹھائی۔

اپنی چادر کا خشک حصہ کھولا۔۔۔

اور نہایت احتیاط سے کتاب کو اس میں لپیٹ لیا۔

یوں جیسے وہ کوئی قیمتی امانت ہو۔

انہوں نے ایک بار بھی کتاب کھول کر نہیں دیکھی۔

صرف اتنا جانتے تھے کہ یہ کسی کی چیز ہے اور اسے محفوظ رہنا چاہیے۔

چند ہی لمحوں بعد۔۔۔وہ شہزادی نور کے حجرے کے دروازے تک پہنچے۔

انہوں نے آہستگی سے کتاب وہاں رکھ دی۔

نہ دستک دی۔۔نہ کسی خادمہ کو آواز دی۔۔نہ اپنا نام بتایا۔۔

اور نہ ہی کسی شکریے کی امید کی۔

کتاب رکھ کر وہ خاموشی سے مڑ گئے۔

جیسے وہ کبھی وہاں آئے ہی نہ ہوں۔

چند ماہ گزر گئے تھے۔۔۔اور ان چند مہینوں نے حازم کو وہ شخص نہیں رہنے دیا تھا۔۔

جو کبھی دوسروں کے دروازوں پر جا کر چند سکوں کی وصولی کیا کرتا تھا۔

اب وہ صرف وصولی کرنے والا نہیں تھا۔

وہ خود ایک طاقت بن چکا تھا۔۔

جس سردار کے لیے کبھی وہ گھر گھر جا کر رقم جمع کیا کرتا تھا۔۔

وقت کے ساتھ اسی سردار کا سب سے قابلِ اعتماد آدمی بن گیا۔

پھر وہ دن بھی آیا جب حازم نے خود لوگوں سے وصولی شروع کر دی۔

اور اب اس کے سامنے کسی دوسرے کا حکم نہیں ہوتا تھا۔

حکم وہ خود دیتا تھا۔۔

اس کے ساتھ اب کئی ایسے آدمی بھی تھے جو غربت، لالچ اور آسان کمائی کی خواہش میں اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

حازم انہیں کام دیتا۔۔۔

وہ آگے بڑھ کر لوگوں سے رقم وصول کرتے۔۔۔

اور پھر ہر ماہ ایک مقررہ رقم حازم کے پاس پہنچتی۔

اب کسی کے گھر کی حالت اسے روک نہیں سکتی تھی۔

کسی کے دروازے پر خالی برتن پڑے ہوں۔۔۔

کسی کے بچے بھوک سے رو رہے ہوں۔۔۔

یا کوئی بوڑھا ہاتھ جوڑ کر مہلت مانگ رہا ہو۔۔۔

حازم کے لیے یہ سب صرف بہانے تھے۔

وہ بس رقم دیکھتا تھا۔۔۔

اشرفیوں کی چمک اور ان کی کھنک نے اس کے اندر موجود رحم کو کب کا خاموش کر دیا تھا۔

جس لڑکے نے کبھی ایک مجبور عورت کے گھر سے کم رقم لے کر واپس آنے کے بجائے وہ رقم بھی اسے لوٹا دی تھی۔

اب وہی حازم دوسروں کی مجبوری کو اپنے اختیار کی طاقت سمجھتا تھا۔

وہ لوگوں پر دھونس جماتا۔۔

ان کے دروازوں پر کھڑا ہو کر ہر ماہ ایک مقررہ رقم کا مطالبہ کرتا۔

"اتنی رقم ہر مہینے دینی ہو گی۔"

"کسی بھی حال میں۔"

اگر کوئی کہتا کہ اس ماہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔۔۔ تو جواب ملتا،

"ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔"

"رقم چاہیے۔"

اور اگر کوئی مزید مہلت مانگتا۔۔۔

تو حازم کے آدمی اس کے گھر کا سامان اٹھانے سے بھی گریز نہ کرتے۔

رفتہ رفتہ یہ صرف چند گھروں کی بات نہیں رہی تھی۔

شہر کے کئی حصے ایسے تھے جہاں لوگ ہر ماہ حازم کے آدمیوں کے آنے سے پہلے ہی رقم الگ رکھ دیا کرتے تھے۔

یہ خوف اب کسی ایک شخص کا نہیں تھا۔ حازم کے نام کا تھا۔

اور عجیب بات یہ تھی کہ حازم کو اب اس خوف سے نفرت نہیں ہوتی تھی۔۔۔

وہ اسے اپنی طاقت سمجھتا تھا۔

اسے لگتا تھا کہ جس دن لوگ اس کے نام سے ڈرنا چھوڑ دیں گے، اسی دن اس کی حیثیت بھی ختم ہو جائے گی۔

اشرفیوں کی کھنک اب اس کے لیے صرف دولت کی آواز نہیں رہی تھی۔۔۔

وہ اس کی طاقت، اس کا غرور اور اس کی نئی پہچان بن چکی تھی۔

اور حازم۔۔۔ جو کبھی غربت سے نکلنے کے لیے ایک غلط قدم اٹھانے سے ڈرتا تھا۔۔

اب دوسروں کی غربت پر اپنے قدم مضبوط کر چکا تھا۔

شام ڈھلنے کو تھی۔

محل کے راہداریوں میں چراغ ایک ایک کر کے روشن کیے جا رہے تھے۔

آئرین دونوں ہاتھوں سے ایک بڑا سا پیتل کا تھال سنبھالے چل رہی تھی۔

تھال میں نہایت سلیقے سے رکھی چھوٹی چھوٹی سوتی پوٹلیاں دیکھنے والے کا دل موہ لیتی تھیں۔

آئرین بار بار چلتے چلتے تھال میں جھانک لیتی۔

کبھی کسی پوٹلی کو سیدھا کرتی۔۔ کبھی کسی کا دھاگا ٹھیک کر دیتی۔

اس کے چہرے سے صاف معلوم ہو رہا تھا آج وہ بے حد خوش تھی۔

اس کے پیچھے یاسمین چلی آ رہی تھی۔

وہ بھی بار بار تھال کو دیکھتی اور بے اختیار مسکرا دیتی۔

آخر کار وہ دونوں حفصہ خاتون کے حجرے کے قریب پہنچ گئیں۔

آئرین دروازے کے پاس رکی، گہرا سانس لیا۔

پھر اپنے دوپٹے کا پلو درست کیا۔

"سب ٹھیک لگ رہا ہے؟"

"جی، آپا۔" یاسمین نے مسکرا کر سر ہلایا۔

آئرین نے خوش ہو کر تھال کو ایک بار پھر دیکھا۔

اسی لمحے۔۔ اس کی نظر دروازے کے اندر پڑی۔

حجرے میں صرف حفصہ خاتون ہی نہیں تھیں۔

سلطان بھی وہیں تشریف رکھتے تھے اور شہزادی نور بھی۔

آئرین کی آنکھوں میں اچانک وہی شرارتی چمک لوٹ آئی۔۔۔

جسے دیکھ کر یاسمین ہمیشہ پریشان ہو جاتی تھی۔

وہ آہستہ سے یاسمین کے قریب جھکی، سرگوشی کی۔

"ادھر آؤ۔۔۔"

"جی، آپا؟" یاسمین بھی جھک گئی۔

آئرین نے نظریں سلطان پر جمائے رکھیں۔

پھر بمشکل اپنی ہنسی روکتے ہوئے بولی،

"آج۔۔۔ تمہیں بیچنا سکھاتی ہوں۔"

یاسمین نے پہلے آئرین کو دیکھا۔۔ پھر حجرے کے اندر۔

"کس کو؟"

آئرین نے نہایت اطمینان سے سلطان کی طرف ٹھوڑی سے اشارہ کیا۔

"وہ دیکھو۔۔ سب سے مشکل خریدار۔"

یاسمین کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"آپا!"

"وہ۔۔ سلطان ہیں!"

"تو کیا ہوا؟" آئرین نے کندھے اچکائے۔

"چہرہ تو ان کا بھی ہے۔۔۔ پتھر کا تو نہیں۔"

"کوئی اور ڈھونڈ لیتے ہیں۔" یاسمین نے فوراً اس کا بازو پکڑ لیا۔

"نہیں۔" آئرین نے سر نفی میں ہلایا۔

"اگر یہ مان گئے۔۔ پھر پورا شہر مان جائے گا۔"

یہ کہہ کر وہ پورے اعتماد کے ساتھ اندر داخل ہو گئی۔

"السلام علیکم!"

حفصہ خاتون نے جیسے ہی اسے دیکھا، ان کے چہرے پر خوشی پھیل گئی۔

"وعلیکم السلام، بیٹی۔"

ان کی نظر فوراً تھال پر گئی۔ وہ مسکرا اٹھیں۔

"ماشاءاللہ۔۔۔ آخر تمہارا پہلا کام تیار ہو ہی گیا۔"

"جی!" آئرین نے خوشی سے سر ہلایا۔

پھر بڑے فخر سے تھال ان کے سامنے رکھا۔

مگر آئرین کی نظریں اب بھی سلطان پر تھیں۔

وہ آہستہ آہستہ تھال اٹھائے چلتی ہوئی سلطان کے قریب جا پہنچی۔

سلطان چراغ کی روشنی میں کچھ کاغذات دیکھ رہے تھے۔

انہوں نے صرف ایک نظر آئرین کی طرف ڈالی۔

پھر دوبارہ کاغذات کی طرف متوجہ ہو گئے۔

آئرین نے پوری سنجیدگی سے تھال ان کے سامنے رکھا۔۔۔

پھر خود بھی ان کے برابر میں بیٹھ گئی۔

اتنی قریب۔۔۔ کہ یاسمین نے گھبرا کر دونوں ہاتھ آپس میں جوڑ لیے۔

اس کے دل میں صرف ایک ہی دعا تھی۔۔۔

"یااللہ! آپا آج کچھ زیادہ ہی بہادر نہ ہو جائیں۔۔"

آئرین نے تھال میں سے نہایت احتیاط سے ایک پوٹلی اٹھائی۔

اسے دونوں ہاتھوں میں ایسے تھاما جیسے کوئی قیمتی خزانہ ہو۔

پھر بڑے اعتماد سے سلطان کی طرف دیکھ کر بولی،

"میرے سلطان۔۔۔"

"آج میں آپ کو۔۔۔بہت اچھی چیز بیچنے آئی ہوں۔"

سلطان نے خاموشی سے اس کی طرف دیکھا۔

نہ انکار۔۔نہ اقرار۔۔بس انتظار۔

آئرین نے پوٹلی کھولی۔

باریک خوشبودار سفوف اپنی ہتھیلی پر تھوڑا سا انڈیلا۔

"یہ۔۔۔سنگترے کے چھلکوں کا سفوف ہے۔"

اس نے سفوف سلطان کے قریب کرتے ہوئے کہا،

"پہلے اس کی خوشبو لیجیے۔"

سلطان نے کچھ نہیں کیا۔

آئرین خود ہی سفوف سونگھ کر مسکرا دی۔

"دیکھا؟"

"کتنی اچھی خوشبو ہے!"

آئرین نے دوبارہ پوری سنجیدگی سے کہنا شروع کیا،

"اسے تھوڑے سے دودھ میں ملا سکتے ہیں۔۔۔"

"یا پھر تازہ دہی میں۔۔۔"

"اچھی طرح گھول کر چہرے پر لگائیں۔۔۔"

"پھر کچھ دیر بعد دھولیں۔"

وہ بولتے بولتے خود بھی اپنے ہاتھوں سے چہرے پر لگانے کا انداز بنا کر دکھانے لگی۔

"پھر دیکھیے۔۔۔"

"چہرہ کتنا نرم ہو جائے گا۔۔۔"

"کتنا صاف۔۔۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے ہوا میں چہرہ بناتے ہوئے بولی،

"تو ایسی چمک آئے گی۔۔۔"

"ایسی چمک۔۔۔"

"کہ رات کو لوگ چراغ نہیں جلائیں گے۔۔۔"

"آپ کے چہرے کی روشنی میں راستہ ڈھونڈیں گے!"

شہزادی نور نے ہونٹ دانتوں تلے دبا لیے۔

یاسمین نے نظریں جھکا لیں۔

سلطان خاموشی سے آئرین کو دیکھتے رہے۔

پھر نہایت سنجیدگی سے پوچھا،

"آپ بھی یہ سب استعمال کرتی ہیں؟"

آئرین فوراً خوش ہو گئی۔۔اسے لگا، آخر کار سلطان کو دلچسپی ہو گئی ہے۔

وہ جلدی سے بولی،

"جی! اسی لیے تو۔۔۔۔"

لیکن سلطان نے اس کی بات مکمل ہونے ہی نہ دی۔

انہوں نے سامنے رکھا چراغ اپنی طرف کھینچا۔۔۔

ہلکی سی پھونک ماری۔۔چراغ بجھ گیا۔

پھر آئرین کے چہرے کو چند لمحے غور سے دیکھا۔

اور پوری سنجیدگی سے فرمایا،

"پھر ابھی تک روشنی کیوں نہیں آ رہی؟"

ایک لمحے کے لیے آئرین ساکت رہ گئی۔

پھر حجرے میں ایسی ہنسی گونجی کہ حفصہ خاتون بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکیں۔

ایک لمحے کے لیے آئرین پلکیں جھپکنا بھی بھول گئی۔

اس نے بجھا ہوا چراغ دیکھا۔۔۔

پھر سلطان کو۔۔۔پھر دوبارہ چراغ کو۔۔۔

اور تب اسے بات سمجھ آئی۔

آئرین نے شرمندگی سے کھنکارا۔

پھر آہستہ آہستہ ایک ایک پوٹلی دوبارہ تھال میں رکھنے لگی۔

"اچھا۔۔۔"

"اگر خریدنے کا ارادہ نہیں تھا۔۔۔"

"تو پہلے ہی کہہ دیتے۔"

اس نے تھال اٹھایا پھر جاتے جاتے رک گئی۔۔

سلطان کی طرف پلٹ کر دیکھا۔

"اگر آپ کے شہر کے سب لوگ بھی ایسے ہی سوال کریں گے۔۔۔"

"تو میری تو ایک بھی پوٹلی نہیں بکنے والی!"

یہ کہہ کر وہ ناراضی کا ڈرامہ کرتے ہوئے مڑ گئی۔

۔۔۔۔

گلنار محل کی راہداری سے گزر رہی تھی کہ سامنے سے بہرام آتا دکھائی دیا۔

اس نے گلنار کو دیکھ کر آواز دی،

"ذرا رکنا۔"

"جی؟" گلنار احترام سے رک گئی۔

بہرام نے چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھا پھر بولا،

"کل صبح کوئی کام تو نہیں؟"

"نہیں۔۔۔" گلنار نے حیرت سے جواب دیا،

"کیوں؟"

"تمہیں بازار لے جانا ہے۔"

"بازار؟"

"جی۔"

"کس لیے؟"

بہرام نے بالکل سنجیدہ لہجے میں کہا،

"سلطنت کے خزانے میں بہت زیادہ دولت جمع ہو گئی ہے۔"

"سوچا تم دونوں پر کچھ خرچ ہی کر دیا جائے۔"

گلنار بے اختیار ہنس پڑی۔ بہرام نے بات جاری رکھی،

"تمہارے اور آئرین، دونوں کے لیے بابوج لینے جا رہے ہیں۔"

"کافی دنوں سے اس کا ارادہ تھا۔"

گلنار کی آنکھوں میں خوشی اتر آئی۔

بہرام مڑنے لگا، پھر اچانک رکا۔

"اور ہاں۔۔۔"

"اگر آئرین پوچھے کہ کہاں جا رہے ہیں۔۔۔"

"تو پہلے تین غلط جواب دینا۔"

گلنار نے ہنستے ہوئے پوچھا،

"مثلاً؟"

بہرام نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا،

"مثلاً۔۔۔"

"تمہیں بیچنے۔"

گلنار کی زوردار ہنسی نکل گئی۔

بہرام بھی ہلکا سا مسکرایا۔۔۔

اور کچھ کہے بغیر اپنے راستے چل دیا۔

وزیر بدرالدین حسبِ معمول سلطان کے ساتھ روزمرہ کے معاملات پر گفتگو کر رہے تھے۔

بات ختم ہوئی تو وہ چند لمحے خاموش رہے۔

پھر ادب سے بولے،

"میرے سلطان۔۔۔"

"اگر اجازت ہو تو ایک عرض کروں؟"

"کہیے۔" سلطان نے مختصراً کہا،

"آئرین کئی دنوں سے محنت کر رہی ہیں۔ اتنی محنت کے بعد بھی وہ اپنے سفوف بہت کم قیمت پر فروخت کرنا چاہتی ہیں۔ اگر حکم ہو۔۔ تو شاہی خزانے سے ان کی تمام پوٹلیاں خرید لی جائیں۔ ان کی محنت بھی ضائع نہیں ہو گی اور ان کا حوصلہ بھی بڑھ جائے گا۔"

سلطان نے چند لمحے خاموشی سے وزیر کو دیکھا۔

پھر نہایت سنجیدہ لہجے میں بولے،

"وہ خزانہ میرا نہیں۔۔۔ میری پوری سلطنت کا ہے۔"

"کیا میں اپنی رعایا کی امانت صرف اس لیے خرچ کر دوں۔۔۔"

"کہ ایک عورت خوش ہو جائے؟"

کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

وزیر بدرالدین کے چہرے پر ندامت اتر آئی۔

"مجھے معاف کر دیجیے، میرے سلطان۔"

"میں نے اس پہلو سے سوچا ہی نہیں تھا۔"

سلطان نے کہا،

"اور یاد رکھیے! آپ اپنے ذاتی مال سے بھی ایسا ہر گز نہ کیجیے گا"

"آسانی انسان کو مضبوط نہیں بناتی۔۔۔ بلکہ سست بنا دیتی ہے۔"

"اگر آج میں اس کی ہر چیز خرید لوں۔۔"

"تو کل وہ پہلی ناکامی برداشت کرنا کبھی نہیں سیکھے گی۔"

"اگر اس کے سفوف اچھے ہوں گے۔۔ تو لوگ خود خریدیں گے۔"

"اور اگر نہیں خریدیں گے۔۔ تو وہ انہیں بہتر بنائے گی۔"

وزیر بدرالدین نے سر جھکا لیا۔ اب وہ سلطان کی بات پوری طرح سمجھ چکے تھے۔

"آپ درست فرماتے ہیں، میرے سلطان۔"

"میں نے صرف اس کی محنت دیکھی۔۔۔"

"مگر آپ نے اس کا مستقبل دیکھ لیا۔"

سلطان خاموش رہے۔ وزیر بدرالدین نے احترام سے سر جھکا دیا۔

"میں آئندہ ایسی تجویز دوبارہ پیش نہیں کروں گا۔"

اسی لمحے۔۔۔ محل کے باہر سے ایک خوف زدہ چیخ بلند ہوئی۔

"چور۔۔۔!"

"چور۔۔۔!"

اگلے ہی لمحے دوسری سمت سے آواز آئی۔

"پکڑو۔۔۔!"

"ادھر گیا۔۔۔!"

چند ہی لمحوں میں پورا محل شور سے گونج اٹھا۔

سپاہیوں کے دوڑنے کی آوازیں۔۔۔

تلواروں کے میان سے نکلنے کی جھنکار۔۔۔

اور ہر طرف ایک ہی صدا۔۔۔

"چور۔۔۔!"

"چور۔۔۔!"

وزیر بدرالدین چونک کر کھڑے ہو گئے۔

پورا محل ایک نئی ہلچل میں ڈوب چکا تھا۔

بہرام نے چند سپاہیوں کو اشارہ کیا۔

سب دوڑ پڑے۔

اسی دوران ایک دبلا پتلا سایہ باغ کی دیوار کے قریب سے بھاگا۔

"وہ رہا!"

چار سپاہیوں نے اسے گھیر لیا۔

سایہ گھبرا کر بھاگنا چاہتا تھا، مگر پھسل کر زمین پر گر گیا۔

سپاہیوں نے فوراً اسے پکڑ لیا۔

جب اسے کھینچتے ہوئے سلطان کے سامنے لایا گیا۔۔۔

تو سب ایک لمحے کے لیے خاموش رہ گئے۔

وہ کوئی خطرناک چور نہیں تھا۔۔۔

بلکہ بمشکل دس برس کا ایک بچہ تھا۔

چہرہ گرد سے اٹا ہوا۔۔۔

کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے۔۔۔

اور خوف سے پورا جسم کانپ رہا تھا۔

ایک سپاہی غصے سے بولا،

"محل میں چوری کرنے آیا تھا!"

بچہ سہم گیا۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"نہیں۔۔۔"

"میں۔۔میں چور نہیں ہوں۔۔۔"

"جھوٹ بولتا ہے!" سپاہی نے سخت لہجے میں کہا۔

اسی وقت آئرین بھی شور سن کر وہاں پہنچ گئی۔

اس نے بچے کو دیکھا۔۔۔پھر آہستہ آہستہ اس کے قریب جا کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

نرم لہجے میں بولی،

"ڈرو نہیں۔۔۔سچ بتاؤ"

"محل میں کیوں آئے تھے؟"

بچے نے ہچکیاں لیتے ہوئے روٹی سینے سے لگالی۔

"میری۔۔میری چھوٹی بہن۔۔۔"

"دو دن سے بھوکی ہے۔۔وہ بیمار بھی ہے"

"سب نے کہا۔۔محل میں بہت کھانا ہوتا ہے"

"میں۔۔صرف روٹی لینے آیا تھا۔۔میں نے کچھ نہیں چرایا"

یہ سنتے ہی پورا صحن خاموش ہو گیا۔

کسی سپاہی کے پاس کہنے کو کوئی لفظ نہ رہا۔

آئرین نے آہستہ سے بچے کے سر پر ہاتھ رکھا

"تمہاری بہن کہاں ہے؟"

بچے نے کانپتے ہوئے محل کی پچھلی دیوار کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ۔۔وہاں۔۔میرا انتظار کر رہی ہے"

آئرین فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اسے ابھی کھانا چاہیے۔۔۔"

"مگر یہ تو مجرم۔۔۔"ایک سپاہی نے کہنا چاہا،

اس سے پہلے ہی سلطان کی آواز گونجی۔

"مجرم یہ نہیں ہے۔۔۔"

چند لمحے خاموش رہے۔ پھر ان کی آواز پہلے سے بھی زیادہ بھاری ہو گئی۔

"اصل مجرم میں ہوں۔"

پورا صحن ساکت ہو گیا۔

سلطان نے بچے کے ہاتھ میں دبی ہوئی سوکھی روٹی کی طرف دیکھا۔

"اگر میری سلطنت کا ایک بچہ بھوک سے مجبور ہو کر آدھی رات محل کی دیوار پھلانگنے پر آمادہ ہو جائے۔۔۔"

"تو اس سے پہلے کہ اس پر انگلی اٹھائی جائے۔۔۔"

"انگلی مجھ پر اٹھنی چاہیے۔"

"کیونکہ رعایا کے پیٹ کی ذمہ داری سلطان کے کندھوں پر ہوتی ہے۔"

سلطان نے بہرام کی طرف دیکھا۔

"اس کی بہن کو فوراً محل میں لایا جائے۔"

"دونوں کا علاج ہو گا۔۔۔"

"اور آج کے بعد۔۔ یہ دونوں بچے کبھی بھوکے نہیں سوئیں گے۔"

آئرین نے پہلی بار سلطان کی طرف دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں احترام پہلے سے کہیں زیادہ گہرا ہو چکا تھا۔

اس رات۔۔۔ آئرین کو نیند نہ آ سکی۔

وہ اپنے حجرے کی کھڑکی کے پاس بیٹھی خاموش آسمان کو دیکھتی رہی۔

مگر اس کے ذہن میں ایک اور سوال بھی مسلسل دستک دے رہا تھا۔

"اگر اس سلطنت میں سونا، چاندی اور ہیرے اتنے عام ہیں۔۔۔"

"تو پھر کوئی بچہ بھوکا کیسے سو سکتا ہے؟"

وہ جتنا اس سوال کے بارے میں سوچتی۔۔۔ اتنا ہی الجھتی چلی جاتی۔

آخر کار اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"نہیں۔۔ یہ سوال مجھے سلطان ہی سے پوچھنا ہو گا۔"

وہ آہستہ سے اپنے حجرے سے نکلی اور محل کی راہداریوں سے ہوتی ہوئی سلطان کے حصے کی طرف بڑھ گئی۔

چند ہی لمحوں بعد دو شاہی پہرے داروں نے نیزے آڑے کر دیے۔

"معذرت، آئرین۔"

"اس وقت سلطان سے کسی کی ملاقات نہیں ہو سکتی۔"

آئرین نے ادب سے کہا،

"بس چند لمحوں کی بات ہے۔"

"مجھے ایک بہت ضروری سوال پوچھنا ہے۔"

ایک پہرے دار نے احترام سے جواب دیا،

"حکم ہے۔۔۔"

"اس وقت کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں۔"

"آپ صبح تشریف لے آیئے گا۔"

آئرین نے چند لمحے سوچا۔ پھر سر ہلا دیا۔

"اچھا۔۔ صبح آ جاؤں گی"

وہ مڑنے ہی لگی تھی کہ اچانک رک گئی۔

پھر پلٹ کر پوری سنجیدگی سے پوچھا،

"ایک بات بتایئے۔۔۔"

"جی؟" دونوں پہرے دار متوجہ ہو گئے۔

"آپ کے سلطان کا نام کیا ہے؟" آئرین نے معصومیت سے پوچھا،

دونوں پہرے دار ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

"سلطان کا۔۔۔نام؟" ایک نے حیرت سے پوچھا،

"جی۔"

"آخر نام تو ہو گا ان کا۔" آئرین نے بالکل سادگی سے کہا،

"میں ہر وقت 'سلطان' ہی سنتی رہتی ہوں۔۔۔"

"اپنے سلطان کا اصل نام بھی تو معلوم ہونا چاہیے۔"

چند لمحوں کے لیے دونوں پہرے دار خاموش رہ گئے۔

شاید یہ سوال انہوں نے اپنی پوری زندگی میں پہلی بار سنا تھا۔

پہرے دار ذرا سا قریب ہوا اور دھیمی آواز میں بولا،

"ہمارے سلطان کا نام۔۔ محمد بازید ہے۔"

"محمد بازید۔" آئرین نے آہستہ سے دہرایا،

"آہستہ۔۔۔" پہرے دار نے فوراً ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔

"یہ نام ہر جگہ زبان پر نہیں لیا جاتا۔"

"اچھا۔۔۔"آئرین نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

صبح کی نرم دھوپ حجرے کی کھلی کھڑکی سے اندر آ رہی تھی۔

کمرے میں شہد، روغن اور موم کی ہلکی سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

آئرین لکڑی کی چھوٹی میز کے سامنے بیٹھی پوری توجہ سے شہد کی مکھیوں کے موم کو پگھلا رہی تھی۔

اس کے برابر مختلف خوشبودار عرق چھوٹے چھوٹے برتنوں میں رکھے تھے۔

کبھی وہ گلاب کے چند قطرے ڈالتی۔۔۔ کبھی عود کے۔۔۔

اور پھر لکڑی کی باریک سی چھڑی سے موم کو آہستہ آہستہ ہلاتی۔

یاسمین ایک طرف بیٹھی خالی سوتی پوٹلیاں تہہ کر رہی تھی۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے دھیرے سے کہا،

"آپا۔۔۔"

"ہوں؟"آئرین نے نظریں اٹھائے بغیر جواب دیا،

"آپ نے کہا تھا ایک ہفتے میں دو سو سفوف فروخت کرنے ہیں۔۔۔"

"لیکن ابھی تک میں صرف توّے ہی فروخت کر سکی ہوں۔"

"اور آپ نے تو ایک نیا کام شروع کر دیا۔"

آئرین ہلکا سا مسکرائی۔

اس نے موم کو برتن میں گھماتے ہوئے کہا،

"یاسمین اگر ایک چیز فروخت کریں گے۔۔"

"تو ایک ہی چیز سے کمائی ہو گی۔"

"اور اگر دو چیزیں فروخت کریں گے۔۔۔ تو کمائی بھی بڑھے گی"

"آہستہ آہستہ۔۔ میں ہر اس عورت کو کوئی نہ کوئی ہنر سکھاؤں گی۔۔"

"جس کے پاس روزگار نہیں۔"

"پھر کوئی صرف سفوف بنائے گی۔۔ کوئی یہ خوشبودار موم بتیاں۔۔"

"اور کوئی دونوں۔"

"آپ ہر وقت کچھ نہ کچھ نیا سوچتی رہتی ہیں، آپا۔" یاسمین نے مسکرا کر سر ہلایا۔

آئرین ہنس دی۔

"سوچنا بند کر دیا۔۔ تو آگے بڑھنا بھی بند ہو جائے گا"

اسی دوران اس نے سانچے میں موم انڈیلا۔

چند لمحے انتظار کیا۔۔۔ پھر موم بتی نکالنے کی کوشش کی۔

خوشبودار موم بتی آدھی نکلتے ہی ٹوٹ گئی۔

آئرین نے گہرا سانس لیا۔

"یا اللہ۔۔۔ یہ تیسری بار ہے۔"

"آخر غلطی کہاں ہو رہی ہے؟"

آئرین نے دوبارہ موم گرم کرنا شروع کیا۔

پھر اچانک اسے کچھ یاد آیا۔

"اچھا سنو۔۔۔"

"جی، آپا؟" یاسمین فوراً متوجہ ہوئی۔

"کسی عورت نے یہ تو نہیں کہا۔۔۔"

"کہ سفوف ختم ہونے پر وہ دوبارہ خریدے گی؟"

یاسمین نے نفی میں سر ہلایا۔

"ابھی تو شاید کسی کا پہلا سفوف بھی ختم نہیں ہوا ہو گا۔"

"جب ختم ہو گا۔۔تب ہی وہ کچھ کہہ سکیں گی"

" صحیح کہہ رہی ہو۔" آئرین نے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر اس نے نئی شمع کا سانچہ سیدھا کرتے ہوئے کہا،

"اگر اس بار یہ شمعیں اچھی بن گئیں۔۔۔"

"تو اگلی بار جب تم سفوف فروخت کرنے جاؤ۔۔۔"

"ان کے ساتھ یہ بھی لے جانا۔"

"اور ہاں۔۔۔"

"ایک بات پوچھنا ہرگز مت بھولنا۔"

یاسمین نے تجسس سے پوچھا،

"کون سی بات؟"

آئرین نے مسکرا کر کہا،

"کہ ہمارا سفوف انہیں کیسا لگا؟"

"کیا واقعی ان کے کام آیا؟"

"وہ اس میں کیا بہتر دیکھنا چاہتی ہیں؟"

"اور اگر کوئی شکایت ہو۔۔۔"

"تو وہ بھی سن کر آنا۔"

یاسمین نے حیرت سے پوچھا،

"شکایت بھی؟"

آئرین نے مسکرا کر جواب دیا،

"سب سے اچھا استاد۔۔۔ گاہک ہوتا ہے، یاسمین۔"

بازار آج غیر معمولی طور پر آباد تھا۔

دور دور تک دکانوں کی قطاریں۔۔۔

لوگوں کی باتوں، گھوڑوں کی ٹاپوں اور خوانچہ فروشوں کی آوازوں نے پورے بازار کو زندہ کر رکھا تھا۔

بہرام، گلنار اور آئرین آہستہ آہستہ اسی ہجوم کے درمیان چل رہے تھے۔

چند ہی لمحوں بعد وہ ایک بڑی دکان کے سامنے رک گئے۔

لکڑی کے اونچے تختوں پر ہر رنگ اور ہر قسم کے بابوج سجے ہوئے تھے۔

سرخ۔۔ سبز۔۔ سیاہ۔۔ سنہری کڑھائی والے۔۔

چاندی کے دھاگوں سے مزین۔۔۔ اور کچھ نہایت نفیس چمڑے کے۔

دکاندار نے بہرام کو دیکھتے ہی ادب سے سلام کیا۔

"تشریف لائیے، حضور۔"

آئرین تو دکان دیکھتے ہی آگے بڑھ گئی۔اس نے پہلا بابوج اٹھایا۔

کافی دیر تک اسے الٹ پلٹ کر دیکھتی رہی۔

پھر ماتھے پر بل ڈال کر بولی،

"یہ۔۔۔واقعی پہنا جاتا ہے؟"

"کیوں؟"گلنار نے حیرت سے پوچھا،

"یہ نوک دیکھو!"آئرین نے بابوج کی لمبی نوک سامنے کرتے ہوئے کہا،

آئرین نے دوسرا بابوج اٹھایا۔

پھر تیسرا۔۔پھر چوتھا۔۔آخر تنگ آکر بولی،

"یہاں سب کے سب ایک ہی جیسے کیوں ہیں؟"

"ہر بابوج کی نوک آسمان کی طرف کیوں جا رہی ہے؟"

"کوئی سیدھا سا نہیں بنتا کیا؟"

دکاندار حیران رہ گیا۔

شاید پہلی بار کسی نے اس کے بابوجوں میں یہ عیب نکالا تھا۔

"یہ شاہی طرز ہے۔"بہرام نے نہایت سنجیدگی سے کہا،

"اچھا؟"آئرین نے فوراً جواب دیا،

اس نے ایک بابوج اپنے پاؤں کے سامنے رکھا۔

پھر دو قدم پیچھے ہٹ کر اسے غور سے دیکھا۔

"اگر میں یہ پہن لوں۔۔۔"

"تولوگ بابوج دیکھیں گے یا مجھے ؟"

گلنار دوبارہ ہنس پڑی۔ بہرام نے خشک لہجے میں کہا،

"پہلے بابوج۔۔۔ پھر شاید آپ۔"

"بس ! "آئرین نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ دیے۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔"

"میں ایسے بابوج کبھی نہیں پہنوں گی۔"

"مجھے گول نوک والے چاہییں۔"

"یہ نہیں۔۔۔"

"جو دیکھتے ہی ایسا لگے جیسے کسی نے جوتے کے آگے بانس باندھ دیا ہو ! "

اس مرتبہ خود دکاندار بھی ہنسی نہ روک سکا۔

بہرام نے سر ہلاتے ہوئے آہ بھری۔

"تمہیں خوش کرنا۔۔ واقعی مشکل کام ہے۔"

آئرین نے فخر سے گردن اونچی کر لی۔

"کم از کم ایک بات تو مان لی آپ نے۔"

اسی دوران دکاندار نے بہرام اور گلنار کو چند اور بابوج دکھانے شروع کر دیے۔

بہرام قیمت پوچھنے لگا۔۔ اور گلنار مختلف جوڑے دیکھنے میں مصروف ہو گئی۔

آئرین نے منہ بنایا۔

"تم دونوں آرام سے خریداری کرو۔۔۔"

"میں ذرا اِدھر دیکھتی ہوں۔"

وہ چند قدم آگے بڑھی ہی تھی کہ برابر والی دکان کے سامنے کھڑی ایک نقاب پوش عورت نے آہستہ سے آواز دی۔

"بی بی۔۔۔"

"اگر واقعی الگ بابوج چاہیے۔۔تو یہ بازار آپ کے کسی کام کا نہیں"

"کیا مطلب؟"آئرین چونک کر اس کی طرف مڑی۔

عورت نے بازار کے آخری سرے کی طرف اشارہ کیا۔

"ایک بوڑھا موچی ہے ایسے بابوج بناتا ہے۔۔"

"جو پورے شہر میں کسی کے پاس نہیں۔"

"مگر وہ یہاں دکان نہیں لگاتا۔"

"سچ؟"آئرین کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

عورت نے ہلکا سا سر ہلایا۔

"اگر دیکھنے ہیں۔۔تو میرے ساتھ آیئے۔"

آئرین نے ایک لمحے کے لیے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

بہرام اور گلنار ابھی بھی دکاندار کے ساتھ قیمت پر بات کرنے میں مصروف تھے۔

اس نے دل ہی دل میں سوچا۔۔۔

"بس دو ہی منٹ کی تو بات ہے۔۔۔"

اور وہ آہستہ آہستہ نقاب پوش عورت کے پیچھے چل پڑی۔۔۔

بازار کی چہل پہل آہستہ آہستہ پیچھے رہ گئی۔

لوگوں کی آوازیں مدھم ہونے لگیں۔آئرین نے ایک نظر اِدھر اُدھر ڈالی۔

"دکان ابھی کتنی دور ہے؟"

"بس یہی آگے۔"نقاب پوش عورت نے بغیر مڑے جواب دیا،

آئرین مطمئن ہو کر اس کے ساتھ چلتی رہی۔

چند قدم بعد وہ ایک نسبتاً سنسان گلی میں داخل ہوئیں۔

یہاں نہ بازار جیسا شور تھا۔۔۔

نہ خریدار۔۔۔

نہ دکانیں۔

صرف خاموشی۔۔۔

اور پتھروں سے بنی تنگ گلی۔

آئرین کے قدم ایک لمحے کو رکے۔

"یہاں۔۔؟"

"موچی یہاں رہتا ہے؟"

عورت نے پہلی بار مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔۔۔"

آئرین نے دوبارہ پیچھے دیکھا۔

بازار اب دکھائی تو دے رہا تھا۔۔۔

لیکن اتنا دور تھا کہ بہرام اور گلنار نظر نہیں آرہے تھے۔

اسی لمحے۔۔۔اسے دل میں ایک عجیب سا احساس ہوا۔

جیسے۔۔۔کچھ ٹھیک نہیں۔

وہ رک گئی۔

"رہنے دیجیے۔۔۔"

"میں بعد میں آجاؤں گی۔"

یہ کہہ کر وہ پلٹنے ہی لگی تھی کہ نقاب پوش عورت نے اچانک اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"یہ کیا۔۔۔"آئرین چونک اٹھی۔

اس کی بات ابھی پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ پیچھے سے ایک اور سیاہ پوش آدمی نمودار ہوا۔

پل بھر میں ایک کھردرا ہاتھ اس کے منہ پر آگیا۔

آئرین کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔